تصوف کی تفہیم میں چند اہم کتابیں

پروفیسر مسعود انور علوی کاکوروی
مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

تصوف جس کی حقیقی روح اسلام ہے۔ اس کے مطالعہ کے متعدد نظری، عملی اور تاریخی پہلوؤں پر گراں قدر نگارشات موجود ہیں، جن کو مختلف ادوار پر تقسیم کیا جاسکتا ہے: مثلاً سادہ اور عام فہم تصانیف کا دور جس میں زیادہ تر ایسے رسائل وکتب ہیں، جن کی مدد سے تعلیمات مریدین وسالکین کی تربیت ورہنمائی اور تزکیۂ نفس وتصفیہ باطن مقصود ہیں، جو قرآنی آیات واحادیث، صوفیانہ تفاسیر اور اخبار صحابہ پر مشتمل ہیں ۔ ان میں دنیاوی معاملات ، روز مرہ کے اصول اور وہ اخلاق وعادات مندرج ہیں، جن پر عمل پیرا ہوکر انسان لقدخلقنا الانسان فی احسن تقویم کے دائرہ میں نظر آتا ہے۔

تصوف کے لٹریچر کا دامن نہایت وسیع وعریض ہے، اس میں عام فہم وسادہ انداز بیان میں بھی کتابیں موجود ہیں اور دقیق ومشکل حقائق ومعارف و اسرار اور رموز کے انکشاف کی کتب بھی، مع مکاتیب اور ملفوظات کے۔ نیز نثری تخلیقات کے ساتھ ہی منظوم تخلیقات سے بھی اس کا دامن مالامال ہے۔ عرب وعجم میں تصوف ، اس کی مبادیات اور تعلیمات کی تفہیم وتشریح سے متعلق جو کتب ورسائل منصۂ شہود پر آئے ،ان کی مجموعی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے، لیکن اس کی بنیادی کتابوں میں جن کا نام خصوصیت سے لیا جاسکتا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ کتاب اللمع — از طاؤس الفقرا شیخ ابونصر سراج طوسیؒ (م ۳۷۸ھ)
۲۔ الرسالۃ القشیریہ — از امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیریؒ (۴۶۵ھ)
۳۔ فتوح الغیب — از غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ)
۴۔ کشف المحجوب — از شیخ علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوریؒ (۴۶۵ھ)
۵۔ عوارف المعارف — از شیخ شہاب الدین ابوحفص سہروردیؒ (۶۳۲ھ)

۱۔ کتاب اللمع۔ اس کے مصنف اپنے عہد کی عظیم المرتبت شخصیت ہیں۔ ایک باروجد

کی حالت میں دہکتے ہوئے آتش دان میں منہ ڈال کر سجدہ کیا، مگر رویاں تک نہ جل سکا۔ بعد میں لوگوں کے سوال پر فرمایا کہ جس نے بارگاہ الٰہی میں اپنی آبرو دیدی اس کے چہرہ کو بھلا آگ کیا جلاسکتی ہے۔ وہ تصوف کو قرآن وسنت کا اصل الاصول اور روح ثابت کرتے ہیں۔ یہ تصنیف ایک مقدمہ، متعدد کتب اور بکثرت ابواب پر مشتمل ہے، جن میں علم تصوف، صوفیہ اور ان کے طبقات کا ذکر، ان معاندین کا مدلل رد جو یہ کہتے ہیں کہ کتاب وسنت سے تصوف کا کہیں پتہ نہیں چلتا ہے۔ نیز تصوف کی تعریف، ماہیت، توحید ومعرفت کی حقیقت، مومن وعارف کا فرق مقامات وحقائق اور احوال کے معنی کے بیان کے بعد توبہ، ورع، زہد، فقر وفقرا، مقام صبر وتوکل، رضا واہل رضا کی تعریف، محبت حال قرب، اطمینان، مشاہدہ ویقین وغیرہ کا مفصل بیان ہے۔

محبت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: اہل محبت کی تین حالتیں ہیں۔ (۱)۔ عام لوگوں کی محبت جس کا سبب وہ احسانات ومہربانیاں ہیں، جو اللہ ان پر کرتا ہے۔ حضرت سہیل بن عبد اللہ تستریؒ سے محبت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ دلوں کا اللہ سے موافقت کرنا پھر اس موافقت سے چمٹے رہنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کرنا، اللہ کے ذکر سے والہانہ اور مناجات سے حلاوت محسوس کرنا محبت کہلاتا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں :

لوکان حبک صاد قا لاطعته ان [illegible]ب لمن یجب یطیع

(اگر تم اپنی محبت میں سچے ہو، تو یقیناً اس کی ہر بات میں پیروی کرو کیوں کہ عاشق معشوق کا ہر حال میں مطیع وفرمانبردار ہوتا ہے)۔

فوائد الفواد میں مذکور ہے:

''چوں کسی محبّ ایشان شد ہر آئینہ متابعت ایشان کند واز ناشائستہ دور باشد۔ چون این چنین شود ہر آئینہ گناہ نہ نویسند، آنگاہ فرمود کہ تامحبت حق در غلاف قلب باشد، امکان معصیت است، اما چون محبت در سویداء قلب درآید بیش امکان معصیت نہ باشد''۔

(جب کوئی شخص ان کا محبّ ہوگیا، تو ان کی پیروی ضرور کرے گا اور برے اعمال سے دور رہے گا۔ اور جب ایسا ہوگا تو یقیناً اس کے گناہ بھی نہ لکھے جائیں گے ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ حضرت حق کی محبت جب تک غلاف قلب میں ہے گناہ کا امکان باقی ہے، لیکن جب سویداء قلب میں گھر کرجاتی ہے تو معصیت کا امکان باقی نہیں رہتا۔)

۲۔ دل کی نگاہ ، اللہ کی مالداری ، جلال ،عظمت ،علم اور قدرت کی طرف لگی ہے۔ یہ صادقین اور متحققین کی محبت ہے۔ ارادوں کا مٹ جانا اور تمام صفات وحاجات کا جل جانا محبت ہے۔

۳۔ صدیقین اور عارفین کی محبت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں اور معلوم کرلیتے ہیں کہ اللہ نے بغیر کسی علت کے ان سے ازل سے محبت کی تو یہ بھی بغیر کسی علت کے اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ اس محبت کی تعریف حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پاک وصاف محبت جس میں کوئی کدورت نہیں یہ ہے کہ دل اور اعضاء سے محبت اس طرح ساقط ہوجائے کہ اس میں محبت ہی نہ رہے اور تمام اشیاء اللہ کے ساتھ اور اللہ کے لئے ہوں۔ ایسا شخص محبّ اللہ کہلاتا ہے۔

کتاب المسائل میں جمع وتفریق ، فنا وبقا ، حقائق وصدق ، اصول مذہب صوفیہ، اخلاص ، ذکر، استغناء، فقر، روح، مسئلہ ظرف ، مروت ،صوفیہ کوصوفیہ کیوں کہا گیا ، حب ووُد میں فرق نیز صفاء معاملت اور صفاء عبادت ، سخاوت اور نیت کا بیان ہے۔

صوفی کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ انہیں دوسرے لوگوں کی کدورتوں سے پاک ہونے اور اشرار کے درجہ سے خارج ہونے کی وجہ سے صوفی کہاجاتا ہے۔ مسئلہ تمنا کے ضمن میں فرماتے ہیں: مرید کو آرزو کی اجازت نہیں البتہ امید لگائے رکھنے کی اجازت ہے، کیوں کہ تمنا میں یہ پایا جاتا ہے کہ اس کی نگاہ نفس کی طرف ہے اور امید میں یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قدیم حکم کی طرف نگاہ لگائے ہوئے ہے۔ تمنا نفس کی صفت ہے اور امید دل کی ۔ پھر سخاوت کے سلسلہ میں ارشاد ہے کہ سخی وہ ہے جسے کبھی یہ خیال بھی نہ آئے کہ اس نے کس کو کیا دیا؟

کتاب مکاتبات صدور اشعار اور دعوات ورسائل کے بیان میں حضرت ابوسعید خراز ،عمرو بن عثمان مکی، ابوبکر کتانی ، جنید بغدادی ، ابوعلی ردودباری اور ابوسعید اعرابی رحمہم اللہ کے مکاتیب کے ضمن میں عجیب وغریب اسرار کا بیان ہے۔ بعد ازاں ان ادعیہ ماثورہ کا تذکرہ ہے جو متقدمین مشائخ کے معمولات میں داخل تھے۔

کتاب السماع میں سماع اور اس کے معنی کے بارے میں اختلافات و جواز کو بیان کرنے کے بعد جواز کے سلسلہ میں مدلل اور موثر گفتگو فرمائی ہے۔

کتاب الوجد کے ٦ ابواب میں مفصل بحث کے بعد ابوسعید بن الاعرابی کی کتاب الوجد کا مختصر اور جامع بیان ہے۔

معجزات وکرامات کے ثبوت کے باب میں دونوں کا فرق اور خاص لوگوں اور ان کے احوال کا بیان ہے، جو کرامات میں شمار نہیں ہوتے حالانکہ یہ کرامات سے کہیں زیادہ کامل اور پُر لطف ہوتے ہیں۔ مشکلات کی تشریح میں حضرات صوفیہ کے کلام میں صدہا مشکل الفاظ کی تشریح مثلاً الحق بالحق للحق، منہ بہ کہ، انا انا، انا انت،غین ،نحن بلانحن ، بحری بلا مشاطی وغیرہ ہے۔

انا بلانحن ونحن بلاانا، میں میں نہیں اور ہم ہم نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال میں ہوتے ہوئے بھی ان سے یکسر غافل ہے۔

میں تو ہوں، تو میں ہے۔حضرت جنید بغدادیؒ اپنا مشاہدہ بیان فرماتے تھے : رایت ربّی بعین ربّی فقال من انت قلت انت ۔میں نے اپنے رب کو اسی کی آنکھ سے دیکھاتو اس نے مجھ سے پوچھا تم کون، ہو میں نے کہا تو۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

یا منیة المتمنّی افنیتنی بک عنّی ارنیتنی منک حتی ظننت انّک انّی

اے آرزو کنندہ کی آرزو تو نے اپنی ذات کے ساتھ مشغول کرکے مجھے اپنی ذات سے فنا کردیا اور مجھے اپنے سے اتنا قریب کرلیا کہ میں اب یہ خیال کرتا ہوں میں‌اور تو ایک ہیں۔من تو شدم تو من شدی

بعد ازاں ان تمام لوگوں کا تذکرہ ہے، جنہوں نے ان فروع میں غلطی کی ہے جو انہیں گمراہی تک نہیں لے جاتے۔ اس ضمن میں فقروفنا ،سستی ، مجاہدہ اکتساب ذوق ، بشریت کے فنا ہونے، رویت بالقب اور روح کے بارے میں موثر اور مدلل اظہار خیال کیا ہے۔

یہ کتاب ڈاکٹر پیر محمد حسن کے اردو ترجمہ جو حواشی کے ساتھ ارادۂ تحقیقات اسلامی،اسلام آباد، پاکستان سے بھی شائع ہوچکی ہے۔

۲۔ الرسالة القشیر یہ: اختصار کے باوجود اس رسالہ کی اہمیت اور جامعیت ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ مصنف اس کی وجہ تصنیف اس طرح لکھتے ہیں:

اس رسالہ کو فقیر عبد الکریم بن ہوازن قشیری نے اسلامی ممالک کی جماعت صوفیہ کے نام لکھا ہے۔اس کی تالیف کا سبب یہ ہے چونکہ متقدمین صوفیہ دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں اور ان کے طریقے ناپید ہورہے ہیں ۔حقیقت کے میدان میں سناٹا چھا رہا ہے، نہ وہ بوڑھے باقی رہے جن کی

راہ پر چلا جائے اور نہ وہ جوان جن کی سیرت اختیار کی جائے۔ زہدو تقویٰ کی بساط الٹ گئی اور حرص وطمع کا دور دورہ ہوگیا..... اس رسالہ میں میں نے شیوخ طریقت کی سیرتوں کا ذکر کیا ہے، جن سے ان کے آداب واخلاق اور معاملات وعقائد پر روشنی پڑے گی۔ ان کے وجدو حال اور کیفیات ترقی کی جانب اشارے ہیں تا کہ ان کے مطالعہ سے طریقت کے سالکین وطالبین کو قوت حاصل ہو۔

ابتدائی چند صفحات میں اصول توحید ومسائل توحید مندرج ہیں۔ ۸۰ سے زائد مشائخ کے تذکرہ کے ضمن میں ان کے احوال حکایتیں اور اقوال نقل کیے گئے ہیں۔

دوسرے باب میں اصطلاحات تصوف کی تشریح ہے۔ علاوہ ازیں توبہ ، مجاہدہ ، حزن ، جوع، فتوح الغیب، عالم معانی کے رموز ونکات کا ایک نایاب ذخیرہ ہے، جس کو حضرت شیخ قدس سرہٗ کے صاحب زادہ حضرت شرف الدین عیسیٰؒ نے جمع ومرتب کیا۔ یہ ان مواعظ کا مجموعہ ہے جو آپ مختلف مجالس میں فرماتے تھے اور وہ ان کو قلم بند کر لیتے تھے۔ بعد میں صاحب زادہ نے ۷۸ مقالات کو آپؒ کے حضور میں پیش کیا، جسے آپؒ نے حمدونعت سبب تالیف کا اضافہ فرما کر کتاب کی شکل دیدی۔ اصل کتاب میں حمدونعت سے قبل مندرجہ ذیل عبارت ہے۔:

قال والذی الامام الاوحد المويد ۔ امام الائمه محی الدين سيد الطوائف ابو محمد عبد القادر بن ابی صالح ابن عبد الله الجيلی قدس الله روحه ونور ضريحه ۔

میرے والد امام یکتا موید، پیشوائے پیشوایان محی الدین سید الطّوائف ابومحمد عبد القادر بن ابی صالح بن عبداللہ نے، خدا ان کی روح کو پاک اور ان کے مزار کو روشن رکھے فرمایا:

ابتدائی عبارت سے ہی حضرت شیخ کے علمی تبحر اور منفرد اسلوب بیان کا پتہ چلتا ہے۔

..... الذی خلق فسویٰ وقدّرفهدیٰ وامات واحییٰ واضحک وابکیٰ واقرب وادنی ورحم واخزیٰ واطعم واسقیٰ واسعد واشقیٰ ومنع واعطیٰ الّذی بکلمته قامت السمٰوات السبع الشداد وبهاارست الرواسی والاتاد واستقرت الارض المهاد۔ فلاقنوطاً من رحمتهٔ ولاماموتاً من مکرهٔ وغيرهٔ ونفاذ قضيتهٔ وفعلهٔ وامرهٔ ولامستنكفا عن عبادته ولا مخلو من نعمتهٔ فهو المحمود بماحنی والشكور بما زویٰ.....

جس نے پیدا کیا اور بنایا (عالم تقدیر میں) اندازہ کیا اور (عالم تدبیر میں) رہبری کی۔

مارا اور جلایا ، ہنسایا اور رُلایا۔ نزدیک بلایا اور پستی میں لایا، مہربانی کی اور رسوا کیا، کھلایا، پلایا نیک بخت اور بد بخت کیا، محروم کیا اور کرم فرمایا، جس کے کلمہ سے سات مضبوط آسمان قائم ہوئے اور پہاڑ لنگروں اور میخوں کی طرح جم گئے اور زمین پھیل کر بچھ گئی۔ نہ اس کی رحمت سے کوئی مایوس ہے اور نہ اس کے مکر، غیرت ، اس کی قضا اور فعل وحکم کے جاری ہونے سے کوئی مامون ومطمئن، نہ اس کی عبادت کسی کے لئے عار ہے اور نہ اس کی نعمت سے کوئی تہیدست۔ جو دیا اس پر اس کی تعریف ہے اور جو روک لیا اس پر اس کا شکر ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہ چند کلمات ہیں جو مجھ پر فتوح غیب سے ظاہر وعیاں ہوئے، جو دل میں اتر آئے اور بھر گئے۔ تب صدق حال نے انہیں باہر لا کر ظاہر کیا۔

فتوح الغیب بلاشبہ ایک مکمل دستور حیات ہے، جس پر عمل پیرا ہو کر مقصد حیات سے انجان عرفان ذات حاصل کر سکتے ہیں اور ان کی زندگیاں نکھر، سنور اور سج سکتی ہیں۔

صدق اختیار کرو اور شک میں نہ پڑو، صبر کرو اور بے صبری نہ کرو۔ ثبات واستقامت اختیار کرو اور بددل نہ ہو۔ خدا سے مانگو اور رنجیدہ نہ ہو کہ وہ نہیں سنتا ہے، بلکہ انتظار کرو اور آمادہ رہو ناامید نہ ہو۔ آپس میں بھائی بنو اور دشمن نہ بنو۔ اللہ کی فرمانبرداری پر جمع ہو اور متفرق نہو۔ آپس میں دوستی کرو اور بغض نہ رکھو۔ گناہوں سے پاک رہو اور ان میں آلودہ نہ ہو۔ اپنے پروردگار کی طاعت سے آراستہ ہو۔ اپنے مالک کے دروازے سے نہ ٹلو ۔ اس سے منہ نہ موڑو اور گناہوں سے توبہ کرنے میں دیر نہ کرو اور اپنے خالق سے رات دن عذر خواہی کرنے میں نہ تھکو۔ ایسا کرنے سے امید ہے تم پر رحم کیا جائے اور سعادت بخشی جائے۔ دوزخ سے نجات دی جائے اور جنت میں خوشی عنایت کی جائے۔

جا بجا نفس ونفسانیت کو چھوڑنے کی نصیحت ہے، کیوں کہ جب تک بندہ نفس میں محصور ہے، خدا تک رسائی ممکن نہیں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے حضرت حق ....سے پوچھا تیری طرف راہ کیونکر ہے؟ فرمایا اپنے نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ۔ حضرت بایزیدؒ فرماتے تھے کہ میں اپنے نفس سے اس طرح باہر نکلا جیسے سانپ کیچلی چھوڑتا ہے:

اٹھارویں مقالہ میں سختی وبلا پر صبر وشکر کرنے کی تاکید اس طرح فرماتے ہیں۔

تم پر جو تکلیف وسختی نازل ہو اس کا گلہ کسی دشمن یا دوست کے سامنے مت کرو پروردگار نے

جو کچھ تمہارے معاملہ میں کیا ہے اور جو بلاتم پر نازل کی ہے، اس سلسلہ میں اس پر تہمت نہ رکھو بلکہ ہمیشہ اچھی حالت اور شکر ظاہر کرو..... کون شخص ہے کہ نعمت حق سے خالی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم اس کی نعمتیں شمار کرو تو احاطہ نہیں کر سکتے، نہ معلوم کتنی نعمتیں تمہارے پاس ہوں گی جن کی تمہیں خبر بھی نہیں ہے۔

مخلوقات میں کسی کا آسرا نہ رکھو اور انس نہ کرو۔ نہ اپنا حال کسی سے کہو، بلکہ تمہارا انس خدا کے ساتھ ہونا چاہیے اور آسرا اسی کا اور اس کا گلہ اسی سے کرنا چاہیے، کسی تیسرے کو درمیان میں نہ دیکھو۔

آج کے دور میں حسد کی بیماری بہت عام ہوچکی ہے اور اس کی مختلف نئی نئی شکلیں ظہور پذیر ہورہی ہیں۔ اس سے بچنے کی ترتیب ۳۷ ویں مقالہ میں یہ کہہ کر بیان کی ہے:

اے مومن! کیا بات ہے کہ میں تجھے اپنے ہمسایہ سے اس کے کھانے، پینے، لباس، نکاح، مکان اور اس کی دولت مندی اور خدا کی نعمتوں اور اس کی قسمت کے حصہ پر حسد کرتا دیکھتا ہوں! کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ حسد تیرا ایمان ضعیف کردے گا اور خدا کی نظر سے گرادے گا اور اسے تجھ سے ناراض کردے گا... ماشاء اللہ تیری قسمت دوسرے کو نہیں دی جائے گی اور تیری اس کی طرف منتقل نہ ہوگی۔

۷۴ ویں مقالہ میں قرب حق کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ خواب میں ایک پیر مرد نے مجھ سے پوچھا کہ بندوں کو خدا کا قرب کیسے حاصل ہوتا ہے۔ میں نے کہا اس کی ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا۔ ابتدا ورع اور انتہا تسلیم ورضا ہے۔

تکملہ کتاب میں آپ کے صاحبزادے نے وقت وصال آپ کی کیفیت اور صاحبزادوں سے آپ کی وصیتیں وغیرہ درج فرمائی ہیں۔ وصال سے قبل آپ کے صاحبزادہ، شیخ عبد الجبارؒ، نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے جسم میں کہاں پر تکلیف ہے، فرمایا میرے کل اعضاء مجھے تکلیف دے رہے ہیں، مگر میرے دل کو کوئی تکلیف نہیں ہے اور وہ خدا کے ساتھ ہے۔

اس عجیب وغریب تصنیف کا غالبًا سب سے پہلا فارسی ترجمہ اور فارسی شرح حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے کیا اور پہلا سلیس عمدہ اردو ترجمہ مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی نے ۱۳۴۷ھ میں کیا، جو کاکوری شریف سے شائع ہوا۔

۴۔ کشف المحجوب فارسی زبان میں ہے۔ اس کے مصنف محققانہ ومجتہدانہ انداز سے واردات ومکاشفات اور ذاتی تجربات قلمبند کرنے اور مباحث سلوک پر ردوقدح کرنے میں قطعی تامل نہیں کرتے۔ یہ کتاب تصوف کے مبادیات اور نظری پہلو کے سمجھنے میں بھی ایک سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے، گویا یہ ایسا شاہکار ہے جو اس حقیقت آشنا قلم کی تراوش فکر کا نتیجہ ہے، جو فطرت انسانی وتصوف اسلامی کا سچا ترجمان ہے ۔اور یہ شاہکار دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے کا مصداق ہے جس کا انداز بیان دل آویز ودلپذیر ہے۔

یہ کتاب ۳۴ ابواب اور متعدد فصول پر مشتمل ہے۔ شیخ نے گیارہ حجابات کو ہر ہر باب میں بڑے دلنشین انداز سے اٹھایا ہے۔

مقدمہ کتاب میں ۸ فصلیں ہیں، جن میں سبب تالیف ، اغراض نفسانی سے اعراض ، اسرار الہٰی اور ان حجابات کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے ۔ پہلے باب میں ثبوت علم کے ضمن میں حضرات صوفیہؒ کے ارشادات بیان کیے ہیں۔

یحیٰ بن معاذ فرماتے ہیں: اجتنب صحبة ثلاثة اصناف من النّاس۔العلما ء الغافلین والفقراء المداهنین والمتصوة الجاهلین۔

(غافل عالموں ، خوشامدی فقیرون اور جاہل صوفیوں کی صحبت سے اجتناب کرو)

دوسرے باب میں درویشی اور فقر و غنا کے متعلق مشائخ کے اقوال ہیں۔ نیز باب ۳، ۴، ۵ اور ۶ میں تصوف کے معانی ، اس کے مقامات اور ملامت وغیرہ مندرج ہیں۔

ابن جلاءؒ فرماتے ہیں التصوف حقیقه لارسم له ۔تصوف ایک ایسی حقیقت ہے، جس کی ظاہری تعریف کوئی نہیں ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں: الصوفی اذانطق بان نطقه من الحقائق وان سکت نطقت عنه الجوارح بقطع العلائق، صوفی جب بولتا ہے، تو اس کا کلام اس کی حقیقت حال سے بالکل واضح ہوجاتا ہے اور جب خاموش ہوجاتا ہے تو اس کے اعضاء اس کی طرف سے قطع تعلقات دنیاوی کو بیان کرتے ہیں۔

۷ سے ۱۳ ابواب تک متعدد فصول میں حضرات صحابہ ،صوفیہ ، اہلبیت اطہار، تابعین وتبع تابعین اور متاخرین صوفیہ کے حالات اور ان کے ضمن میں اسرار ورموز تصوف کا بیان ہے۔ اسی طرح

۱۴ ویں باب میں فصول کے تحت قضیۂ فرقہ محاسبیہ، قصاریہ، جنید یہ، نوریہ، حکیمیہ، حلولیہ حل فرمایا اور بعض مسائل تو کئی کئی بار طواف وزیارت کے بعد حل ہوئے اور شاید اس کی اثر آفرینی کی وجہ یہی ہے۔عوارف المعارف اپنی زبان وبیان، فصاحت وبلاغت اور شستہ ولطیف پیرایہ میں عربی ادب کی اعلیٰ کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اسی بنا پر علماء ومشائخ اورصوفیہ کرام کے یہاں باقاعدہ درس کے حلقوں میں شامل رہی ہے۔

طرز تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

الحمد للّٰہ العظیم شانۂ القوی سلطانۂ الظّاھر احسانۂ الباھر حجتۂ وبرھانۂ المحتجب بالجلال والمتّفرد بالکمال والمتردی بالعظمۃ فی الآباد والازال لایصورۂ وھم وخیال ولایحصرۂ حد ومثال ذی العزّ الدائم السرمدی والملک القائم الدیمومی والقدرۃ الممتنع ادراک کنھھا والسطوۃ المستوعرطریق استیفاء وصفھا لقطت الکائنات بانّہ الصانع المبدع ولاح من صفحات ذرات الوجود بانّہ الخالق المخترع رسم عقل الانسان بالعجر والنقصان والزّم فصیحات الائسن وصف الجصر فی حلبیۃ البیان الخ۔

یعنی تمام تعریف اس پر وردگار کو سزا وار ہے جس کی شان بڑی ، اختیارات ظاہر اور احسانات ودلائل وبراہین آشکار اورروشن ہیں۔ وہ اپنے جلال کے حجابات میں پوشیدہ ، اپنے کمالات میں یکتا ولاثانی اور ابدوازل میں ردائے عظمت وکبریائی میں ملبوس ہے۔کسی کا وہم وخیال اس کی تصویر کشی نہیں کرسکتا اور نہ کوئی حدومثال اس کا احاطہ، وہ ہمیشگی والی عزت کا مالک اور دوامی سلطنت کا بادشاہ ہے۔ اس کی حقیقت کی کیفیت معلوم کرنا ناممکن اور اس کے جاہ وجلال کی تمام کیفیات اور ان کی تعریف محال ہے۔

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں:

سبحان من تحیر فی ذاتہ سواہ　　　فہم خرد بہ کنہ کمالش نہ برد راہ

کائنات نے اس بات کی گواہی دی کہ وہی ہر چیز کابنانے والا اور ایجادنو کرنے والا ہے، اس کا وجود کائنات کے ذرہ ذرہ سے عیاں ہے کہ وہی تمام کائنات کاپیدا کرنے والا اور ایجاد گر ہے۔عقل انسانی ذات باری کے سلسلہ میں عاجزی اورکوتاہی سے دوچار ہے۔فصیح زبانیں بھی اس کی

حقیقت کے بیان کے سلسلہ میں درماندہ ہیں۔ اس کے جلال کے انوار نے انسانی فہم وخرد کے پرندے کے پروں کو جلا کر خاکستر کردیا ہے۔اورعزت وجلال کے ذریعہ فہم کی راہوں کو مسدود کردیا۔

سبب تصنیف کے سلسلہ میں جامی رقم طراز ہیں کہ واضح ہو میں اس جماعت صوفیہ کا مسلک پسند کرتا ہوں۔ کتاب وسنت پر مبنی ان کے صحیح مسلک کی وجہ سے ان سے محبت ہے اور اسی محبت نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ ان کے بارے میں یہ مختصر کتاب لکھوں اور حقائق وآداب کے سلسلہ میں ایسے چند ابواب تحریر کروں، جن سے صراط مستقیم کا پتہ چلے اور وہ معتبر معلومات ایسی ہوں، جن سے ان کے عقائد کا علم ہو، کیوں کہ ان جیسے بہت سے لوگ پیدا ہوگئے ہیں۔ ان کے باہمی حالات میں اختلاف ہے اور بہت سے پردہ دار ان کے لباس میں پوشیدہ ہیں لیکن ان کے اعمال خراب ہیں جو لوگ ان بزرگوں کے اصولوں سے لاعلم ہیں، ان کے دل میں انکے لئے بدگمانی پیدا ہوسکتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ان کے خلاف طعن وتشنیع کریں اور یہ سمجھ لیں کہ تصوف بھی محض رسومات کا مجموعہ ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت حق نے میرے قلب پر جن معلومات کا انکشاف کیا۔ وہ اس کا فضل و احسان ہے۔ یہ قابل ذکر کتاب دوحصوں اور ۶۳ ابواب پر مشتمل ہے، جن میں بہت کچھ نہیں بلکہ سب کچھ ہے۔

مقدمہ کتاب میں حضرات صوفیہ کرام کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ اپنے جسموں کے لحاظ سے تو زمینی مخلوق ہیں مگر ان کے دل آسمانی ہیں۔ ان کی شکلیں گوشت پوست کی ہیں مگر روحیں عرشی ہیں۔ ان کے نفوس منازل خدمت کی سیر میں، مگر روحیں فضائے قرب میں پرواز کررہی ہیں۔ ان کی بندگی کے طریقوں کی عام شہرت ہے۔ ان کی روحانیت کے جھنڈے زمین پر گڑے ہوئے ہیں، مگر جاہل اور ناواقف انسان یہی کہتا ہے کہ ان کا فقدان ہے۔

پہلا باب علم تصوف کی تعریف ونشوونما کے بیان میں ہے۔ بعد ازاں مذہبی بصیرت ،علم کی فضیلت ،تصوف وفقر کی اصل حقیقت وماہیت وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد شیخ کی اہمیت وضرورت ،خرقہ پوشی، اہل خانقاہ کی فضیلت ، اصحاب صفہ سے ان کی مشابہت ، بزرگوں کی زیارت مجاہدہ نفس ،سفر کے فرائض وفضائل وغیرہ مندرج ہیں۔

کیمیا نظری کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ منٰی کے مقام پر مسجد خیف میں چکر لگا کر لوگوں کے چہروں کو گھور گھور کر دیکھا کرتے تھے۔ وجہ پوچھی گئی، تو فرمایا کہ اللہ کے ایسے بندے

بھی ہیں کہ جب وہ کسی طرف دیکھتے ہیں تو اسے خوش بختی وسعادت سے ہمکنار فرمادیتے ہیں۔

بائیسواں باب سماع اور اس کی فضیلت کے بیان پر مشتمل ہے جس میں اس کی حقیقت وماہیت پر مدلل بحث کی ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ سماع کے وقت سننے والوں پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے، کیوں کہ وہ وجدانی کیفیات کے ساتھ سنتے ہیں اور حق کے سامنے حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصریؒ ایک مرتبہ بغداد تشریف لائے تو ایک قوال نے یہ اشعار پڑھے:

صغير هواک عذبنی فكيف به اذا احتنكا
وانت جمعت من قلبی هوی قد كان مشتركا
اما ترثی لمكتب اذا ضحک الخلی بكا

(تمہاری تھوڑی سی محبت ہی میرے لیے عذاب ہے، اگر کہیں یہ بڑھ جائے تو کیا حال ہوگا؟ تم نے میرے دل میں اپنی بکھری ہوئی محبت کو سمیٹ کر یکجا کردیا ہے کیا تم غموں کے مارے اس انسان پر ترس نہیں کھاتے جو اپنے دوست کے ہنسنے پر بھی آنسو بہاتا ہے؟

حضرت ذوالنون مصریؒ ان اشعار کو سن کر فرط مسرت سے وجد میں آگئے اور پیشانی کے بل ایسا گرے کہ خون نکل پڑا۔

حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ نے کسی سے یہ شعر سنا

اسائل عن سلمیٰ فهل من مخبر يكون له علم بها اين تنزل

(میں سلمیٰ کے بارے میں لوگوں سے پوچھتا ہوں۔ کیا کسی کو اس کا علم ہے کہ وہ کہاں فروکش ہوتی ہے) تو وجد میں ایک نعرہ مارا اور فرمایا نہیں خدا کی قسم اس کا پتہ بتانے والا دونوں عالم میں کوئی نہیں ہے۔ ۲۹ ویں، ۳۰ ویں اور ۳۱ ویں باب میں اخلاق اور حضرت صوفیہ کے اخلاق کی تشریح فرمائی ہے۔ اور سرکشی وتکبر اور نخوت سے بچنے کی تاکید کی ہے، پھر تواضع وانکسار، خاطر مدارات، ضبط غصہ، ایثار وہمدردی، اخوت وبھائی چارگی، آداب تصوف، سادگی وبے تکلفی اور قناعت وغیرہ کا مفصل بیان ہے۔

ادب کے سلسلہ میں تمام ارباب تصوف نے بہت زور دیا ہے کہ تصوف سراسر ادب ہے۔

کلام پاک میں مومنین سے خطاب ہے۔

یٰا ایُھا الّذین آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظر نا ۔ (اے ایمان والو! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ نہ کہو کہ آپ ہماری رعایت وخیال فرمائیں، بلکہ یہ عرض کرو کہ ہماری جانب نظر کرم وتوجہ فرمائیں)۔

اسی لئے حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ ہم کو بہت زیادہ علم کے بجائے تھوڑے ادب کی ضرورت ہے۔ بعد ازاں نماز کی فضیلت واہمیت اس کے اسرار اور رموز اور آداب ، روزہ کی فضیلت اس کے اثرات، کھانے کے فوائد ونقصانات ، لباس کے آداب ، شب بیداری کی فضیلت ،صوفیہ کے معمولات ، آداب مریدین وشیوخ ،صحبت واخوت ،معرفت نفس وروح اور اس کی تفاصیل ، واردات قلبی اور ان کی شناخت ، حال ومقام کی تشریح ، روحانی مقامات اور اس کے ضمن میں صبر وتوکل،شکر، رضا،تقویٰ وخشیت الٰہی ،محبت اور اس کے لوازم واقسام اور ان جیسے انگنت موضوعات پر سیر حاصل گفتگوفرمائی ہے۔

آخری دونوں ابواب اصطلاحات تصوف کی تشریح ،خود شناسی وخدا شناسی ، اصلاح نفس، مراحل تصوف جیسے مضامین پر مشتمل ہیں۔

عوارف المعارف کے تراجم فارسی واردو میں بکثرت ہو چکے ہیں۔

ان مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ حضرات صوفیہ کی تعلم وتربیت ، تزکیۂ نفس ، تصفیہ باطن وتجلیہ روح کے سلسلہ میں عربی وفارسی میں ہزاروں کتب ورسائل موجود ہیں، جن میں عوام کی تفہیم کے لئے صوفیانہ طرز بیان اختیار کیا گیا ہے اور بزرگوں نے اپنے سیر ومشاہدہ کے موافق آزادانہ طور پر حقائق ومعارف بھی بیان کیے ہیں۔ ارباب تصوف کی ان نگارشات کے مطالعہ سے یہ احساس ضرور پیدا ہوتا ہے کہ کھانا پینا ،سونا ، جاگنا، لذتیں حاصل کرنا اور پھر سب چھوڑ کر مرجانا اور بس یہی سب کچھ نہیں ہے بلکہ خدا کی خدائی میں اور بھی بہت کچھ ہے، جسے اس کے بیشمار بندوں نے پایا اور پاتے رہیں گے، وہ سب کچھ جہاں ہمارے خواب وخیال کی رسائی بھی نہیں ہے ۔حضرت سرمدؒ فرماتے ہیں:

زنہار مگو کہ رہروان نیز نیند — کامل صفتان بے نشان نیز نیند
زین گو نہ کہ تو محرم اسرار نۂ — پنداری کہ دیگران نیز نیند

(ہرگز یہ مت کہو کہ راہرو ان کامل صفت اور بے نشان لوگ دنیا میں نہیں ہیں، اگرتم اپنی کورچشمی کی وجہ سے اسرار ورموز کے محرم نہیں ہوسکے تو یہ کیوں سمجھتے ہو کہ دوسرے بھی نہیں ہیں)۔

شائقین تصوف اور خدا طلبی میں سرگرداں لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل کتابوں کو بھی نظر انداز نہ کریں:

۱۔ کتاب الرعایۃ الحقوق اللہ۔ شیخ حارث محاسبیؒ

۲۔طبقات الصوفیہ۔ شیخ ابوعبد الرحمٰن سلمی نیشاپوریؒ

۳۔ منازل السائرین۔ خواجہ عبد اللہ انصاریؒ

۴۔ مرصاد العباد۔ نجم الدین ابوبکر محمد بن رازیؒ

۵۔فصوص الحکم شیخ، محی الدین بن عربیؒ

۶۔فتوحات مکیہ۔شیخ محی الدین بن عربیؒ

۷۔فوائد الفواد، امیر حسن علا سجزیؒ

۸۔قوام العقائد، محمد جمال قوامؒ

۹۔ احسن الاقوال، خواجہ حماد کاشانیؒ

۱۰۔ ارشاد السالکین، بندہ نواز گیسو درازؒ

۱۱۔مفتاح العاشقین، بندہ نواز گیسو درازؒ

۱۲۔رسالہ عشقیہ، بندہ نواز گیسو درازؒ

۱۳۔جوامع الکلم، بندہ نواز گیسو درازؒ

۱۴۔شرح آداب المریدین، بندہ نواز گیسو درازؒ

۱۵۔المنقد من الضلال، امام ابو حامد غزالیؒ

۱۶۔در نظامی، علی بن محمود جاندارؒ

۱۷۔شمائل الاتقیا، رکن الدین دبیر کاشانیؒ

۱۸۔ القول الجلی فی ذکر آثار الولی، شیخ محمد عاشق پھلتیؒ

۱۹۔بحر المعانی، شیخ ابو جعفر مکی حسینیؒ

۲۰۔ روض الازہر فی مآثر القلندر، شاہ تقی علی قلندر کاکورویؒ

۲۱۔مقالات صوفیہ، شاہ تراب علی قلندری کاکورویؒ

۲۲۔مطالب رشیدی، شاہ تراب علی قلندری کاکورویؒ

۲۳۔ القول الموجہ، حافظ شاہ علی انور قلندر کاکورویؒ
۲۴۔ مناظر اخص الخواص، شاہ محبّ اللہ الہ آبادیؒ
۲۵۔ سیر الاولیاء فی محبۃ الحق جل وعلا، امیر خورد کرمانیؒ
۲۶۔ کتاب التعرف لاہل التصوف۔ شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم الکلاباذیؒ
۲۷۔ التسویۃ بین الافادۃ والقبول، شاہ محبّ اللہ الہ آبادیؒ
۲۸۔ الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شیخ عبدالکریم الجیلیؒ
۲۹۔ الانسان الکامل فی معرفۃ الاواخر والاوائل۔ شیخ عبدالکریم الجیلیؒ

متقدمین کے اخیر دور میں حقائق ومعارف کو منظوم کرنے کی ابتداء ہوچکی تھی اور اس کی وجہ وہی تھی، جس کی طرف عارف رومیؒ نے اشارہ فرمایا ہے:

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران گفتہ آید در حدیث دیگران

شیخ عطارؒ حکیم سنائی، مغربیؒ عراقیؒ، نظامیؒ ابوسعید ابوالخیرؒ خسروؒ، جامیؒ، مولانا رومؒ، سعدیؒ وحافظؒ جیسے ان گنت صوفی شعرا اس بحر ناپیدا کنار کے بہترین شناور وغواص ثابت ہوئے، جنہوں نے تصوف کے رموز ونکات اور حقائق ومعارف کو نہایت دلنشین وموثر پیرایہ میں پیش کیا۔

بطور نمونہ حضرت عطارؒ کے چند اشعار درج ہیں:

خلق ترسد از تو من ترسم زخود کز تو نیکی دیدہ ام در خویش بد

لوگ تو تجھ سے ڈرتے ہیں اور میں اپنے آپ سے ڈرتا ہوں، اس لئے کہ تجھ سے بھلائی کا تجربہ ہوا اور اپنے سے برائی کا)

ذرہ دردم دہ اے درمان من زان کہ می دردت بمیرد جان من
کفر کافر را و دین دیندار را ذرۂ دردت دل عطار را

(میرے طبیب مجھے دردمحبت کا ایک ذرہ عنایت کر کہ تیرے دردمحبت کا نہ ہونا میری جان کی موت ہے۔ کافر کو کفر مبارک ہو اور دیندار کو دین اور عطار کو تیرے درد کا ایک شمہ)

رحمت الٰہی کا آسرا ارباب تصوف کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ کیا خوب فرماتے ہیں:

تو یقین می دان کہ صد عالم گناہ از تف یک توبہ بر خیزد زراہ
بحراحسان چو در آید موج زن محو گرداند گناہ مردوزن

یہ وہی عطارؒ ہیں جن کے متعلق مولانا جلال الدین رومیؒ جیسے عارف کہتے ہیں:

ہفت شہر عشق را عطار گشت   ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

مولاناؒ کے لایق صاحبزادے حضرت سلطان ولد فرماتے ہیں:

عطار روح بود سنائی دو چشم او   ما از پے سنائی وعطار آمدیم

آخر میں اپنی گفتگو کے تتمہ وتکملہ کے طور پر اور حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کی نسبت سے آپ کے ایک پیر بھائی حضرت شیخ ابوجعفر مکی حسینی قدس سرہ کی حقائق ومعارف میں معرکۃ الآرا تصنیف بحر المعانی کا مختصر تعارف درج کیا جارہا ہے۔

یہ عجیب وغریب تصنیف اب سے تقریباً سو سال قبل طبع ہوچکی ہے، مگر اس میں اس قدر اغلاط ہیں کہ پڑھنا اور پھر صحیح مفہوم نکالنا مشکل ہے۔ بحر المعانی کے قلمی نسخے متعدد کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں راقم السطور کا مقالہ بحر المعانی اور اس کے مصنف ۔(فکرونظر ۱۹۹۰ء، جلد ۲۷، شمارہ ۴، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) ملاحظہ ہو۔ ۴۰۰، سے زیادہ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ۳۶ مکتوبات اور ایک خاتمہ ہیں۔ مکاتیب الیہ، حضرت شیخؒ کے برادر طریقت ملک محمود عرف شیخین ہیں۔ پہلا مکتوب ایمان سے متعلق ۱۰/صفر المظفر ۸۲۴ھ کا ہے بعد ازاں نماز ، زکوٰۃ روزہ وحج ، معرفت روح عشق ، اسرار انسانی، مشاہدات ، طالب ومطلوب ، کفر اسرار قرآن ،شکر ، وصول ،معرفت نفس وعجب ، اسرار مذاہب، سماع ، رویا، نماز اور اس کے لوازم وغیرہ جیسے مباحث پر عجیب وغریب حقائق معارف بیان فرمائے ہیں۔ آخری مکتوب ۲۷/محرم الحرام، ۸۲۵ھ، کا عشق واسرار سے متعلق ہے۔ خاتمہ میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فضائل ومناقب ہیں ۔ ان مکاتیب میں جابجا حضرت شیخؒ کے عارفانہ فارسی اشعار بھی ہیں۔ تخلص محمدؐ ہے۔

ابتدا اس طرح ہے! آن خدای کہ انگبین شیرین نوش را از فوارہ تلخ نیش زنبور بقدرت خویش چکاند وآن سبحانی کہ نبات در قمطرۂ عطا از شاخ نومیدی رساند وآن ملکی کہ اشک دیدہ پر ابر الخ۔

(یعنی وہ خدا جو اپنی قدرت سے شہد کی مکھی کے لئے تلخ شگوفوں کے فوارہ سے رنگین شیرین نوش ٹپکاتا ہے اور وہ سبحان جو سوکھی شاخ سے عین یاس میں اپنے کیسۂ عطا سے سبزہ ظاہر فرماتا ہے اور وہ تصرف کرنے والا جو گھرے ابر کے آنسو جن کو بارش کہتا ہے رات کو صدف کی آنکھ کے خانے میں فروزاں کرتا ہے) اور وہ قادر جو کالی رات کے نفس کو جن کو توصبح کہتا ہے نیلے آسمان

کے نیچے دن کی خلعت پہنا تا ہے اور ایسا صانع جو عارض خورشید سے اندھیری رات کی زلف کا نور دکھا تا ہے اور آسمان کے چہرے پر روشن ستاروں کی آنکھیں کھولتا ہے۔ وہ ایسا ستار ہے جو اپنے فضل کی آگ سے گناہ گاروں کے گناہوں کا کھلیان جلا ڈالتا ہے اور عنایت کی راہ پر چلنا سکھا تا ہے۔ اہل وجدا اور عاشقوں کو محبت کرنا سکھا تا ہے اور موحدوں کی گردنوں میں توحید کی لڑی باندھتا ہے اور اپنے جمال کا شوق مشاق کے باطن میں مقرر فرما تا ہے وہ ظہور کرنے والا جو اپنے سراپردہ کبریائی کو اپنے نور کی چمک کے سامنے لٹکا دیتا ہے، تاکہ اس کے انوار جمال کے درد فراق سے دل خون ہوجائیں اور کشتی سلوک کبھی جلال کا کشف کرے، یہاں تک کہ تجلی صفات پاک کی ہیبت سے آنکھیں بہہ نکلیں اور کبھی اہل عرفان کی محبت کو جنبش دیگر ہزار فرسخ کے بعد کو ختم کردیتا ہے تاکہ موسیٰ کی طرح طور میں اور وحی غفور کے حریم میں مستغرق ہوجائیں۔ اور اپنے آپ کو وہی دیکھیں اور لیس فی الوجود الاّ اللہ (اللہ کے سوا وجود میں کوئی نہیں ہے) کا گیت گائیں اور کبھی اہل اسلام کی جان میں اسرار کے جام لڑھکائے تاکہ وہ غایت مستی میں اس کی ہستی میں مستغرق ہوجائیں اور انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی کے نعرے لگائیں الخ۔

بحر المعانی کی اہمیت اور منزلت کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ پنجشنبہ ۲۷ رمحرم الحرام کو جب ۳۶ واں مکتوب لکھ رہا تھا اور قلم اسرار عشق میں بڑی تیزی سے چل رہا تھا جب زرغبا تزددحبا (کبھی کبھی مِلا کرو محبت بڑھے گی) کے مقام پر پہنچا تو ایک دوسری کیفیت وحال میں چلا گیا اور گھٹنوں پر سر رکھ دیا اسی عالم میں مشاہدہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام صحابہ کرام مع حضرت مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم سے لیکر حضرت نصیر الدین محمودؒ (چراغ دہلی) تک تمام حضرات مسجد قبا میں تشریف فرماہیں۔ میں نے بڑی عاجزی وانکساری سے سلام عرض کیا۔ سب بزرگوں نے اس گناہگار پر نظر رحمت فرمائی اور بیٹھنے کا حکم فرمایا، چنانچہ خاکسار ایک جگہ بیٹھ گیا۔

در حلقۂ عاشقان چالاک
ماصدر نشین زیر وستم

میں نے دیکھا کہ ہر ایک کے چہرہ مبارک سے مسرت وخوشی ظاہر ہورہی ہے۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فارسی زبان میں مجھ سے فرمایا: اے حضرت لم یزل ولایزال مست فرزند بحر المعانی لاؤ۔ میں نے جو ۳۵ یا ۳۶ مکاتیب لکھے تھے فوراً پیش کردیے۔ سرکار صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کی طاقت سے تمام مکتوبات بہت جلد پڑھ کر فرمایا: بیٹے ! تمام تعریف اس ذات کی ہے جس نے تم کو ان اسرار ورموز کا علم عطا فرمایا بعد ازاں فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس سے زیادہ علم عطا فرمائے۔ اس کے بعد فارسی زبان میں ارشاد فرمایا کہ دوستو! بحر المعانی کا یہ مصنف وہ شخص ہے جس نے پورے کلام مجید کے حقیقی معنوں کو بحر المعانی میں لکھ دیا ہے۔ اگر روئے زمین کے تمام علوم دھودیے جائیں اور ایک ورق بھی ان علوم کا باقی نہ رہے تب بھی یہ شخص ان علوم کو از سر نو تحریر کرڈالے گا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بیٹے ،حضرت لم یزال ولم یزل کے مست، ان اسرار ورموز کو صحرا میں نہ ڈال دینا کیونکہ شریعت کے امور دنیامیں بہت کم ہوتے جارہے ہیں اور اہل شریعت سے لوگ نفرت کرنے لگے ہیں۔ میں نے اقرار کیا کہ ارشاد سر آنکھوں پر۔ چنانچہ ۳۶ ویں مکتوب سے آگے اس واقعہ کے بعد لکھنا شروع کیا اور بحر المعانی کو مکمل کیا۔

مکتوب دوم میں فرماتے ہیں بھائی ! اگر تم ہزار سال کی عمر پاؤ اور اہل ظواہر بھی پائیں اور تم نماز پڑھتے رہو اور وہ نماز پڑھتے رہیں۔ ہرگز قربت تک نہ پہنچیں گے، جیسا کہ خواجہ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔'' سیئاتی علی الناس فی امتی زمان یجتمعون فی المساجد ویصلون ویصومون فی رمضان ومافیھم مسلم۔''(عنقریب میری امت کے لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب وہ مساجد میں جمع ہوں گے نمازیں پڑھیں گے رمضان میں روزے رکھیں گے لیکن ان میں کوئی مسلمان نہ ہوگا)۔ جان لو کہ یہ اشارہ کن لوگوں کی طرف ہے۔

چودھویں مکتوب میں حضرت علی مرتضٰی کے فضائل ومناقب کے بیان میں جو حقائق ومعارف ہیں، وہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی مکتوب میں فرماتے ہیں:

یہ فقیر ایک روز مصر کے دریائے نیل میں کشتی پر حضرت خضرؑ کے ہمراہ تھا اور شاہدان لایزالی کے بارے میں گفتگو تھی۔ خضرؑ نے یہ بھی فرمایا کہ عبد القادر گیلانیؒ اور شیخ نظام الدین بدایونیؒ مقام معشوقیت میں تھے۔ پھر فرمایا کہ خدا کی قسم نظام الدین بدایونیؒ اور عبد القادر گیلانیؒ کا جیسا نیلے آسمان کے نیچے نہ آیا ہے اور نہ آئے گا۔ اس کے بعد مقام معشوقیت اور مقام غیرت کی تشریح فرمائی ہے۔ ۱۹ ویں مکتوب میں کفر جمال، کفر روحی ،کفر جلالی اور کفر الٰہی کے سلسلہ میں لکھا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ بیچارے مولانا جلال الدین رومیؒ کو ان کفروں کی خبر اور ان کا اثر پہنچا تھا کہ اس مقام سے اپنے کو آگاہ کیا ہے۔

هنوز از کاف کفرت خودخبر نیست حقایقهائے ایمان راچه دانی

(تو ابھی اپنے کفر کے کاف سے ہی واقف نہیں ہے، ایمان کے حقایق کو تو کیا جانے؟)

اسی مکتوب میں ابلیس کے کفر کے سلسلہ میں ایسے عجیب وغریب اسرار ودقائق ضبط تحریر میں لائے ہیں کہ عقل انسانی حیران ہے۔

حضرت علی مرتضیٰؑ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: ''محبوب ! نہ کہو کہ حضرت علی مرتضیٰؑ کے مناقب میں کوشش بلیغ کرتا ہے، جب کہ ہندوستان میں جو کوئی دو مرتبہ علیؑ کا نام لے اس کو رافضی کہنے لگتے ہیں۔ واللہ میں نے ان کے جو مناقب مشاہدہ کیے ہیں، اگر ان کا ایک ذرہ بھی ظاہر کردوں تو آفتاب کا جمال بالکلیہ محو ہوجائے۔''

بیچارے اہل ظاہر، حضرات صوفیہ پر جو چشم باطن وحقیقت سے حضرت علی مرتضیٰؑ کے محامد ومناقب مشاہدہ کرکے بیان فرماتے ہیں رفض، شیعیت اور تفضیلت جیسے اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔

فرماتے ہیں: اے محبوب ! نبوت کا خزانہ ختم ہوگیا اور ولایت کا خزانہ ابد الآباد تک صرف میں ہے۔ مولانا روم کی جان پر اللہ کی رحمت ہو، انہوں نے کیا خوب کہا ہے:

هارون ولایت که پس از موسیٰ عمران واللہ که علی بود علی بود علی بود

این نیست تناسخ سخن وحدت محض است تاهست علی باشد وتابودعلی بود

چھبیسویں مکتوب میں ''سکر'' سے متعلق عجیب وغریب اسرار کا بیان ہے۔ ۲۶ واں مکتوب ''وصل'' سے متعلق ہے۔ مختلف منازل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے محبوب ! عالی ہمت بنو کہ سوائے حق کہ کسی مطلوب ومحبوب کو گوشۂ چشم سے بھی نہ دیکھو اور اگر انبیاء کے مقامات بھی تم پر پیش کیے جائیں تو ان پر بھی نظر نہ ڈالو اور حق کے سوا باطن میں کسی سے مشغول نہ ہو۔ اسی ضمن میں حضرت بایزید بسطامیؒ کی مثال دی ہے۔ بعد ازاں فرماتے ہیں کہ جب درویش مقام کبریا میں نزول کرتا ہے تو اس پر انبیاء ورسل کے مقامات پیش کیے جاتے ہیں، تاکہ اس کی عالی ہمتی وپست ہمتی کا امتحان لیا جائے۔ اگر پست ہمت ہے تو ان مقامات پر نظر کرتا ہے اور باطن میں تمنا کرتا ہے۔ مگر فوراً اس مقام کبریا سے سرنگوں کرکے پلٹا یا جاتا ہے اور اس کے احوال پلٹ دیے جاتے ہیں۔ بھلا نبوت کے طویلہ کے کتوں کو مسند نبوت سے کیا کام ہے۔

۲۷ واں مکتوب شنبہ ۱۰ ذالحجہ ۸۲۴ ھ کا معرفت نفس وعجب کے بیان سے متعلق ہے فرماتے ہیں ۔ سرکار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ عابد کے حق میں اس کے اکثر طاعات معصیت ہوتے ہیں اور طالب کے حق میں اس کے اکثر معاصی طاعت ہوتے ہیں ۔ اے محبوب ارباب قلوب کے نزدیک بھی یہی معنی مقرر ہیں کیوں کہ ہر وہ طاعت جو غرور اور عجب کا سبب ہو وہ عین معصیت ہے اور ہر وہ معصیت جو اعتراضات اور عذر کی طرف لے جائے طاعت ہے۔ درحقیقت وہ معرفت تیرے لیے طاعت سے زیادہ مفید ہے۔

اے محبوب ! حضرت صمدیت جلت قدرۃ کے ایسے محبّ بھی روئے زمین پر ہیں کہ خط دین کے قواعد ان کے اقدام صدق سے معمور ہیں اور آدم وآدمیت کا سران کے احوال کے جال سے پاک ہے۔ وہ عرض ولایت کے سلطان اور بارگاہ عنایت کے ستون ہیں۔ ان کی ہمت کا ہما سوائے تاب قرب کے کہیں نہیں بیٹھتا۔ ان کی دولت کا عنقاء سوائے سدرۂ کبریائی کے کہیں قرار نہیں پاتا۔ وہ وحدت کے ایسے شاہباز ہیں جن کی ہمت اکسیر بادیہ جہالت کے مردود کو خالص سونا بنا دیتی ہے۔ وہ جناب حضرت صمدیت کے ایسے پاکباز ہیں جن کے مبارک انفاس کی برکت سے وہ گمراہوں اور ظالموں کو قبول کرکے مقبول بنا دیتا ہے۔ ایسے محبوب حضرت لایزالی کے شہباز صحرائے محبت میں ڈیرے ڈالتے ہیں لیکن دیکھنے والوں کو آنکھیں میسر نہیں کہ وہ ان حضرات کے محرم ہوسکیں۔

۲۹ ویں مکتوب میں سماع کے اسرار ورموز ، اس کے فوائد ، حضرات مشائخ چشتؒ کے سماع، ان کی کیفیات اور واردات کا بڑے پُر اثر انداز میں بیان ہے۔ فرماتے ہیں کہ اے محبوب! اپنی فنا میں سماع فیض مطلق ہے یعنی اگر آواز سے کچھ سن لیا اور سنتے ہی حالت پیدا ہوئی اور انس نے لذت کو تازہ کردیا، گویا کہ الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) سنا اور غیر محبوب سے بے خبر ہوگئے، جیسے مصر کی عورتوں نے حضرت یوسفؑ کو دیکھتے ہی خود کو فراموش کردیا اور اپنے ہاتھ کاٹے۔

مطربا! اسرار ما را باز گو　　قصہ ھای جانفزا را باز گو
ماجرای رفت ما را در ازل　　باز گو آن ماجرا را باز گو
مخزن انا فتحنا برکشا　　سرجان مصطفیٰ ؐ را باز گو

محبوب ! اہل ظاہر نادانوں کا گروہ ہے، وہ یہ نہیں جانتے کہ شریعت حضرت رسالت علیہ

السلام کے نفس کا عمل ہے اور سماع حضرت رسالت علیہ السلام کی روح کا عمل، پس نفس کے عمل کو مقبول اور روح کے عمل کو غیر مقبول بنادیا۔

ایک روز حضرت شیخ کبیر بہاء الدین زکریا ملتانیؒ اپنے مریدوں میں اہل سماع اور اہل وجد کا ذکر فرمارہے تھے۔ برسبیل تذکرہ فرمایا کہ ہم نہریں کھو دکر کاشتکاری کرتے ہیں، لیکن چشتی پانی لے گئے اور لے جاتے ہیں کیوں کہ ان کو سماع میں وہ چیز حاصل ہوتی ہے جو ہم کو چالیس دن میں حاصل نہیں ہوتی۔ بعض بزرگ مریدوں نے عرض کیا کہ آپ کیوں نہیں سنتے، فرمایا وہ ایسی معراج ہے جس سے ہم محروم ہیں۔

آخری مکتوب عشق اور اس کے اسرار ورموز سے متعلق ہے۔ فرماتے ہیں : اے محبوب! حضرت صمدیت جلت قدرت کو اپنے آپ سے ایسا عشق ہے کہ جو کچھ کرتا ہے اپنے ساتھ کرتا ہے، جیسے کہ شب معراج میں حضرت رسالت علیہ السلام کو قاب قوسین او ادنیٰ میں ندا پہونچی کہ اے میرے محبوب ٹھہر جایئے خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نامرادی کا نعرہ مارا اور فرمایا کیوں ٹھہروں۔ دوسری ندا پہنچی کہ انّ اللّٰہ یصلی (اللہ تعالیٰ نماز پڑھ رہا ہے) خواجہ عالمؐ نے فرمایا ماصلوتک (تیری نماز کیا ہے) قال اللّٰہ تعالیٰ صلوۃ الشناء الذّاتی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری نماز ثناء ذاتی کی نماز) یہ جلال عظمت اور کمال سلطنت جو کچھ رکھتا ہے اپنے آپ سے رکھتا ہے۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ یا موسیٰ ان تکفروا انتم ومن فی الارض جمیعاً فانّ اللّٰہ غنیٌ حمید۔ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ اگر تم اور روئے زمین کے سبھی لوگ کفر کے مرتکب ہو تو بھی کوئی فرق نہ پڑے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریف کیا ہوا ہے)۔

اے محبوب ! میں ایک رات خلوت میں طواف کعبہ کررہا تھا اورحرم کے اندر مشغول تھا۔ شوق نے جوش مارا میں نے کہا: خداوندا! تو کس کا ہے؟ میرے سر نے کہا کسی کا نہیں۔ پھر کہا تو کس کا تھا؟ کہا کسی کا نہیں۔ پھر کہا کس کو چاہتا تھا؟ کہا کسی کو نہیں۔ نامرادی سے نعرہ مارا اور بے ہوش ہوگیا۔ مکہ کے لوگوں نے مجھے اٹھایا اور گھرلے گئے۔ اسی عالم میں صبح سے عشاء تک چار نمازیں قضا ہوئیں۔

آگے چل کر فرماتے ہیں۔ اے محبوب! ضلالت عشق کو سمجھو تا کہ ہدایت پاؤ۔ ووجدک ضالاً فھدیٰ (اے رسولؐ ہم نے آپ کو ضال پایا تو ہدایت دی) حضرت رسالت علیہ السلام کی

عشق سے تھی یعنی خداتعالیٰ کا عشق ان کے لئے حجاب ہوگیا تھا۔ البتہ اے محبوب! اپنے جد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غیرت سے ڈرتا ہوں کہ یہ بات کہتا ہوں، لیکن راز کو سمجھ کہ حضرت رسالت پناہ علیہ السلام ہر دن ورات ستر بار استغفار فرماتے تھے۔ یہ استغفار کیا ان کا کیا گناہ تھا؟ نہیں ہرگز نہیں! استغفار رفع حجاب کے لئے تھا، کیوں کہ عشق بھی حجاب ہے بس ضلالت نہ تھی سب ہدایت تھی۔؟

چوں حجاب مشکل آمد عشق وجاں در کوئے او　　لاجرم در کوئے او بے عشق وبے جان می روم

ضلالت سے ضلالت عشق مراد ہے۔ حضرت صمدیت جلت قدرۃٗ صرف اپنا عاشق ہے جو کچھ کرتا ہے اپنے عشق میں۔ اے محبوب! اسی واسطے سے کہتا ہوں کہ سارے عالم نے خدا کو جانا اور حضرت رسالت علیہ السلام کو نہ جانا اور ذرہ بھر بھی نہ پہچانا۔ خسرو کی جان پر اللہ کی رحمت ہو، جنہوں نے کہا۔

ایوان　مراد　بس　بلند　است
کانجا　بہوش　رسیدہ　نتواں
کین　شربت　عاشقی　ست　خسرو
جز　خون　جگر　چشیدہ　نتواں

حقائق ومعارف کے اس گنجینہ کا اختتام ایک مناجات اور مختصر عبارت اور پھر ۱۳ اشعار پر ہوتا ہے۔ مناجات کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یا الہ العالمین در ماندہ ام　　غرق خون وخشک کشتی راندہ ام
اے گنہ آمرز عذر آموز من　　سو ختم سدرہ چہ خواہی سوزمن
من زغفلت صد گنہ کردم بساز　　تو عوض صد گونہ رحمت دادہ باز
مبتلای خویش وحیران توام　　گر بدم ورنیک ہم زان توام
دست من گیرد مرا فریاد رس　　دست بر سر چند دارم چون مگس
خونم از بس شوق تو آمد بہ جوش　　تا جوان مردی بہی کردم نیوش

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے بحر المعانی میں صاحب تصنیف کے صدہا اشعار حقائق ومعارف پر مشتمل مذکور ہیں اور ہر شعر ایک جہان معنی رکھتا ہے۔ بطور نمونہ چند اشعار درج ہیں:

اس اہم کتاب کا اردو ترجمہ وشرح جناب مولانا حافظ تقی انور صاحب علوی کاکوروی مدظلہ

العالی نے فرمائی ہے:

پیش ازاں روز کہ یاد می ومیخانہ نہ بود
جان ما سوی خرابات ہمی کرد سجود

عاشقان را بہ طواف حرم کعبہ چہ کار
شاہد ما چو رخ از خانہ خمار نمود

سر وحدت ہمہ روشن شود آن را کہ دمے
زنگ ہستی خود از آئینہ دل بزدود

بادہ می نوش کہ معشوق حقیقی ہر گز
ہر کہ او بستۂ زہد است برو درنہ کشود

بس کہ از نعرۂ مستان صبوحی تاروز
در این میکدہ چشمان محمد نہ غنود

گر گذر یابی زنفس وجسم وجاں
آشنا گردی یقین باجان جان

جان جان ہم پر تواست از ذات او
کس نہ بیند جزبدان مرات او

چون روح در نظارہ فنا گشت این بگفت
نظارۂ جمال خدا جز خدا نہ کرد

نی بو مغزان بیک می مست شو
نی بیک دردی ہمی معذور باش

گرمئے می وصل محمد درکشی
مست ولا یعقل مشو مخمور باش

ہمچو آن حلاج بدمستی مکن
یا حسی باش یا منصور باش

در عشق اگر نیست شوی ہست شوی
وز عقل اگرہست شوی پست شوی

ویں بوالعجبی است کہ از بادۂ عشق !
ہشیار گہی شوی کہ سرمست شوی

آخر میں انہی کے ایک شعر پر مضمون کو تمام کرتا ہوں:

بہ پایان آمد این دفتر حکایت ہمچنان باقی
بصد دفتر نمی گنجد حدیث حال مشتاقی